غیر سودی نظام کہا جا رہا ہے۔

اسلام کے اصول فطری اور غیر مبہم ہیں۔ وہ ربار کی ہر نوع کو حرام کہتا ہے۔ اسکا خواہ کوئی نام رکھ لیجئے، مگر معنی ایک ہی رہتا ہے۔ محاقلہ مزابنہ۔ مخابرہ وغیرہ معاملات جن سے حدیث میں منع آئی ہے۔ سب کی سب رباء کی اقسام ہیں۔

(۴) گروی رکھی ہوئی چیز سے قرض دینے والے شخص کا نفع اُٹھانا

کوئی چیز شریعت میں گروی رکھنا کیسا ہے۔ صامت وغیر صامت سونا چاندی مال مویشی وغیرہ اور شئی مرہونہ سے مرتھن کے لئے نفع لینا کیسا ہے؟

اگر کسی کے پاس بکری رہن میں رکھی جائے تو بکری کا چارہ وغیرہ دیکھ بھال کس کے ذمہ ہوگی اور دودھ کا مالک کون ہوگا؟

اگر بکری قضاء الٰہی سے مرجائے تو اس کا تاوان کس پر ہوگا؟

اگر زمین سے مرتھن نفع نہ اُٹھائے تو زمین بنجر ہونے کا خطرہ ہے۔ ایسی صورت میں متبادل انتظام کیسے ہوسکتا ہے؟

کوئی چیز گروی رکھنا اور قرض دہندہ کا اُسے بطور وثیقہ قبض کرکے کچھ مدت کے لئے قرض دے دینا جائز اور درست ہے۔ وان کنتم علی سفر ولم تجدوا کاتباً فرھٰن مقبوضة۔ (سورۃ بقرہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

۱۔ انّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشتری من یہودی طعاماً الی اجل و رھنہ درعہ۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ گروی رکھی اور اس سے اپنے اہل و عیال کے لئے مدت معیّن تک غلّہ خرید فرمایا۔"

۲۔ سونا چاندی حیوان وغیرہ اشیاء کی بھی گروی رکھنا جائز اور درست ہے۔

۳۔ وہ امور جن کا تعلق مرہونہ کی زندگی اور بقا سے ہے۔ ان کی ذمہ داری مالک پر عائد ہوتی ہے اور جن کا تعلق اس کی حفاظت سے ہو۔ وہ مرتھن کے ذمہ ہے۔

"والاصل فیہ کلّ مایحتاج الیہ لمصلحة الرھن بنفسه وتبقیته علی الراھن لانه ملکه وکل ما کان لحفظه فعلی المرتهن لان جسه له"[1]

صورت بالا میں بکری کا گھاس وغیرہ مالک کے ذمہ ہوگا۔ بکری کا دودھ ایک قسم کی منفعت ہے۔ جو ملک سے پیدا ہوتی ہے تو یہ صرف مالک کا حق ہے۔ کیونکہ منافع ملک کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ قرض دہندہ کے لئے جائز نہیں کہ غلام سے خدمت لے۔ جانور پر سواری کرے۔ کپڑا پہنے یا مکان میں رہائش اختیار کرے یا قرآن مجید پر سے تلاوت کرے کیونکہ مرتھن کا حق صرف بطور وثیقہ اسی خاص چیز سے متعلق ہے اور بس۔

" وکذا لیس للمرتهن ان ینتفع بالمرھون حتیّٰ لوکان عبداً لیس له ان یستخدمه وان کان دابة لیس له ان یرکبها وان کان ثوباً لیس له ان یلبسها وان کان مصحفا لیس له ان یقرأ منهٗ "[2]

"لہٰذا اگر مرتھن نے بکری کا دودھ لیا ہے تو اس کو دودھ کی پوری پوری قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ گھاس وغیرہ خرچ کے عوض دودھ لینا یا جانور پر سواری کرنا جائز نہیں ہے"

حجۃ الاسلام ابوبکر احمد بن علی الرازی الجصاص الحنفی المتوفی ۳۷۰ھ حدیث مُصَرّاۃ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

وھو (الحدیث) منسوخ عندہ (الشعبی) وھوکذلك عندنا لان مثله

---

[1] الدر المختار علی ہامش الشامی ج ۵، ص ۴۳۱

[2] البدائع والصنائع، ج ۶، ص ۱۴۶

کان جائزاً قبل تحریم الربٰوا فلما حرم الربٰوا وردت الاشیاء الی مقادیرھا صار ذلک منسوخاً الاتری انہ جعل النفقۃ بدلاً من اللبن قل او کثر وھو نظیر ماروی فی المصراۃ انہ یردھا ویرد معہا صاعا من تمر ولم یعتبر مقدار اللبن الذی اخذہ وذلک ایضاً عندنا منسوخ بتحریم الربٰوا "[1]

"اور اگر بکری مرجائے تو قرض دہندہ کو اس کا تاوان ادا کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ اس نے بکری کو اپنے قرض کی وصولی کے لئے قبضہ میں رکھا ہوا تھا۔ بکری کے مرنے سے گویا اس کا قرض وصول ہوگیا۔ اگر بکری کی قیمت قرض لیتے وقت قرض کے برابر یا زائد ہو تو منہا ورنہ اگر قیمت کم ہو اور قرض زائد ہو تو قرض دہندہ یعنی مرتھن بقیہ رقم مالک سے وصول کرنے کا حقدار ہوگا"

"فقال ابوحنیفۃ وابویوسف ومحمد وزفر وابن ابی لیلی والحسن ابن صالح الرھن مضمون باقل من قیمتہ ومن الدین "[2]

جیسا کہ جواب نمبر ۲ میں مذکور ہوا ہے۔ قرض دہ یعنی مرتھن کے لئے مرہونہ چیز سے نفع اٹھانا جائز نہیں۔

"ثم نقل عن التہذیب انہ یکرہ للمرتہن ان ینتفع بالرھن وان اذن لہ الراھن۔ قال المصنف وعلیہ یحمل ما عن محمد بن اسلم انہ لایحل للمرتھن ذلک ولو بالاذن لانہ ربٰو قلت وتعلیلہ یفید انھا تحریمیۃ فتاملہ "[3]

فقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ اگر رہن میں قرض دہندہ کے لئے نفع اٹھانے کی شرط لگائی جائے تو یہ حرام اور ربٰوا ہے۔ اس لئے کہ قرض دہندہ رہن مقبوضہ کے عوض تمام قرض وصول کریگا تو یہ زائد منافع اُسے مفت میں حاصل ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ حالت

---

[1] احکام القرآن، جلد ۱، ص ۵۳۲

[2] احکام القرآن، جلد ۱، ص ۵۲۶

[3] الدر المختار، جلد ۵، ص ۴۶۲، علی ہامش الشامی

استعمال میں اگر رہن ہلاک ہو جائے تو منافع نہ اُٹھانے کی صورت میں اُسے وصولی قرض کے بجائے کل قیمت کا تاوان ادا کرنا پڑے گا۔

"لان عقد الرهن يقيد ملك الحبس لا ملك الانتفاع فان انتفع به فهلك فى حال الاستعمال يضمن كل قيمته لانه صار غاصباً"۔[1]

انتفاع عن الرهن کے سلسلہ میں فقہاء کے اقوال نقل کرنے کے بعد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قطب الارشاد حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں:

"هذا اذا لم يكن الانتفاع مشروطا فى الرهن ولا يكون العرف جاريا بانتفاع المرتهن به فان المعروف كالمشروط ويلزم فيه الصفقتان فى صفقة وهو منهى عنه مع ان كل قرض جر نفعاً حرام ايضاً"۔[2]

قرض دہندہ یعنی مرتھن اس لئے رہن پر راہن کو قرض دیتا ہے کہ اس کے عوض میں رہن کے منافع حاصل کئے جائیں۔ ہمارے ملک میں آجکل یہی معاملہ جاری وساری ہے زمین رہن رکھی ہے تو کاشت اور بٹائی میں رعایت حاصل کرنے کے لئے اور زیور ہے تو پہننے کے لئے وعلی ہذا القیاس۔ حتیٰ کہ راہن بھی وقتی منفعت کے عوض رہن کے منافع دینے کے لئے مجبور ہوتا ہے۔ کیونکہ اسے اس کے بغیر قرض بھی نہیں ملتا۔ یہ بات اتنی عام اور مشہور ہے کہ اس میں فریقین شرط لگانا بھی ضروری نہیں سمجھتے گویا یہ طے شدہ بات ہے تو پھر اس حالت میں قرض دہندہ یعنی مرتھن کے لئے رہن سے نفع اُٹھانے کے جواز کا حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے۔ آئمہ مجتہدین نے علی الاطلاق ایسے منافع کو ناجائز قرار دیا ہے۔

---

[1] البدائع والصنائع جلد ٦، ص ١٤٦

[2] الکوکب الدری، جلد ١، ص ٣٦٧

حضرت امام ابوبکر جصّاص الرازی تحریر کرتے ہیں:

"قال ابوحنیفة وابو یوسف ومحمد والحسن بن زیاد وزفر لایجوز للمرتھن الانتفاع بشیٔ من الرھن ولا للراھن ایضاً"[۱]

حضرت مولانا عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایسے منافع ناجائز ہیں۔ طحطاوی کی شرح درمختار میں لکھا ہے۔

"فی شرح المتلقی انه یحرم الانتفاع بلا اذن وبه ای بالاذن یکره کما فی المضمرات وغیرھا والغالب من احوال الناس انھم یریدون عند الدفع الانتفاع ولولاه لما اعطاه الدراھم وھذا بمنزلة الشرط لان المعروف کالمشروط مما یعین المنع۔"[۲]

اس سے معلوم ہوا کہ اگر راہن اجازت نہ دے تو مرتھن کو شیٔ مرہونہ سے نفع لینا حرام ہے اور اگر اجازت دے تو مکروہ تحریمی ہے۔ خصوصاً جبکہ مشروط ہو یا مشروط کے حکم میں ہو، جیسا کہ اس زمانہ میں دستور ہے کہ بعض تو اسے معاملہ کے وقت راہن سے اذن کی شرط کر لیتے ہیں اور رہن نامہ میں لکھوا لیتے ہیں اور بعض صاحب احتیاطاً اگر بظاہر شرط نہیں کرتے ہیں، لیکن ان کا مقصود یہی ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ راہن منافع یا فعل وغیرہ کی اجازت نہ دے گا تو کبھی رہن نہ لیں یہ صورت حکماً مشروط ہے۔

سرکاری مالیہ مالک کے ذمہ ہوگا اور عشر ما حصل غلّہ کی آمدنی پر عائد ہوگا اور دسوند وغیرہ محض سود ہے۔

"والملک للراھن فکانت المئونة علیه والخراج علی الراھن لانه مؤنة الملک وأن العشر فمن الخارج یاخذه الامام"[۳]

---

۱ احکام القرآن جلد ۱، ص ۵۳۱

۲ مجموعۃ الفتاویٰ جلد ۳، ص ۱۲۵

۳ البدائع والصنائع جلد ۶، ص ۱۵۱

بہتر یہ ہے کہ زمین بالکل ویسے چھوڑ دی جائے۔ اجارت اور مزارعت پر اُسے نہ دیا جائے تاکہ مرتھن کا قبض اور راہن کے منافع ملک بحال رہیں اور منافع میں جانبین کے حق میں کسی قسم کا شبہ نہ رہے۔ لیکن اگر زمین بنجر ہونے کا خطرہ ہے۔ جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو پھر راھن مرتھن کی اجازت سے مزارعت کرتا رہے اور اس کا ماحصل زمینداری رہن کے حساب میں ماخوذ رکھا جائے۔ فکّ رھن کے وقت اس کو قرض کی ادائیگی میں لگایا جائے البتہ ایسی صورت میں راھن کا قبضہ متصور ہوگا۔ زمین وغیرہ کی ذمہ داری راھن پر ہوگی مرتھن پر نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ زمین میں قبض اور ذمّہ کے بدلنے سے عقد باطل نہیں ہوتا پھر مرتھن کے دوبارہ قبضہ میں ضمان لوٹ آتا ہے اور استیفائید حاصل ہو جاتا ہے۔

"فان اذن المرتہن للراھن ان یزرع الارض المرھونۃ فزرع اوسکن الدار المرھونۃ باذن المرتہن لا یبطل الرھن ولہٗ ان یسترد الرھن فیعود رھنا ومادام فی ید الراھن لا یکون فی ضمان المرتھن وولد الرھن وصوفہا ولبنہا یکون داخلاً فی الرھن لما قلنا فی الزرع والثمر ولا یسقط شیٔ من الدین بہلاکہما"[1]

---

[1] قاضی خان علی ہامش العالمگیریہ جلد ۳، ص ۶۶۴